ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ساجد محمود

پی ایچ ڈی سکالر شعبۂ اردو ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر محمد رحمان

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر مطاہر شاہ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ

کلام باہو کے دو منظوم تراجم کا تقابلی جائزہ

Sajid Mehmood
PhD research Scholar Deptt of Urdu Hazara University Mansehra
Dr.Muhammad Rahman
Assistant Professor, Deptt of Urdu Hazara University Mansehra
Dr.Mutahir Shah
Assistant Professor, Deptt of Urdu Hazara University Mansehra

A Comparative Overview of the Two-dimensional Translations of the Kalam e Bahu

Hazrat Sultan Bahu is counted among the prominent Sufi elders of the Subcontinent. He was a famous Sufi poet whose poetry is in Persian and Punjabi languages. His poetry is a treasure of moral and sufi ideas. The collection of Punjabi poetry of Sultan Bahu has been published as “Abyaat- e- Bahu”. Two of these translations have special significance. One of them is translation by Abdul Hamid Bhatti, named Abyaat-e- Sultan Bahu, published by Anjuman-e-Taraqi Urdu Pakistan in 1968, and another is Aks-e-Bahu by Masood Qureshi, published from Lok Warsa Islamabad in 1980. These two translations have been critically analyzed and compared in this article and virtues and flaws of these translations have thoroughly been discussed.

Keywords: *Hazrat Sultan Bahu, Translations, Critically, Flaws, Significance, Treasure.*

معروف صوفی شعرا کے کلام کی افادیت کے پیش نظر ان کے تراجم دوسری زبانوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ان کا مقصد بھی ایک زبان کے علمی سرمائے کو دوسری زبانوں کے قارئین تک پُہنچانا ہوتا ہے۔یہ خوش آئند بات ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ کے فن کو پہلے کی نسبت اب زیادہ اہمیت حاصل ہے۔کیونکہ یہاں پاکستان میں زیادہ تر علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔جن میں پشتو،پنجابی، بلوچی ،سندھی، براہوی، ہندکو، سرائیکی،اور دیگر کا شمار ہے۔ان زبانوں کے اپنے خاص خطے ہیں،جو اپنی محدودیت کے باعث خاص واقعات یا خاص مظاہر کے اظہار کے لیے اسی ماحول یا علاقہ میں آواز،صوت، علامت، لفظ یا لغت بنا لیتے ہیں۔جو اسی خطے یا ماحول میں محدود رہتی ہے۔ مثلاً،صحرا میں پیش آنے والے واقعات، شہر کے وقوعات سے مختلف ہوتے ہیں۔ان واقعات کے اظہار کے لیے جو لفظ اختراع ہوتے ہیں ،یقیناوہ بھی ایک خطے سے دوسرے کے مختلف ہوتے ہیں۔اس لیے صحرا کی لغت شہر کے ماحول میں ترجمہ کے عمل سے قابل فہم بنائی جاتی ہے۔خطے اور ماحول کے علاوہ مختلف معاشرے، تہذیبیں، ثقافتیں، مذاہب اور قومیں اپنی الگ الگ لغت اختراع کرتی رہتی ہیں۔

ترجمے کے عمل سے اس کو دور دراز دوسرے لوگوں تک پُہنچایا جاتا ہے۔اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کوئی بھی کرشمہ کسی ایک مقام پر محدود ہونے کے بجائے ترجمہ کی پیش کاری سے ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو پنجابی زبان کے مقبول شعرا کے کلام کے منظوم تراجم کی روایت بھی اہمیت کی حامل ہے۔پنجابی کے کلاسیکی صوفی شعرا میں سلطان باہو، شاہ حسین، بلھے شاہ اور دیگر کے کلام کے اردو میں منظوم تراجم ہوتے رہے ہیں۔مذکورہ مضمون میں سلطان باہو کے کلام ''ابیات باہو'' کے دو منظوم اردو تراجم جو مسعود قریشی اور عبدالمجید بھٹی نے کیے، ان کو زیر بحث لایا جائے گا۔

سلطان باہو کی بیشتر فارسی کتب کے اردو میں نثری تراجم اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اُن کا نام نہ صرف پنجابی زبان وادب بلکہ اردو زبان و ادب میں بھی صوفیانہ شاعری اور روحانی تعلیمات، تفکر کے حوالے سے نہایت معزز اور محترم ہے۔ان کی ساری تعلیمات ان کے عملی و ادبی تفوق کی آئینہ دار ہے۔پنجابی زبان میں ان کی شاعری کا مجموعہ ''ابیات باہو'' سننے اور پڑھنے والوں پر اخلاق و دانش کے دروازے وا کرتا نظر آتا ہے۔اور ان کو تصور توحید ورسالت، تصور عشق و مرشد جیسے گراں قدر نکات سے انتہائی سادگی مگر جامع انداز میں آگاہی سے نوازتا ہے۔ان کی شاعری کی انہی جملہ خصوصیات کی بنا پر کچھ ترجمہ نگاروں نے ان کے کلام کے منثور اور منظوم تراجم اردو زبان میں پیش کیے، ان ہی میں مذکوررہ دونوں منظوم تراجم بھی ہیں، جن کا تقابل ذیل میں ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

''عکس باہو''مسعود قریشی کا منظوم ترجمہ ہے جو ۱۹۸۰ میں لوک ورثہ،اسلام آباد سے شائع ہوا۔اس ترجمہ میں ایک صفحہ پر پنجابی کلام اور بالمقابل صفحہ پر ترجمہ تحریر کیا گیاہے۔اس میں ابیات کی تعداد ۱۸۳ ہے اور صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے۔اس میں سی حرفی کی ترتیب سے ردیف الف(۱۴ بند) ب(۹بند) پ(۷بند) ت(۷بند)ث(۲بند)ج(۱۸بند)چ(۲بند)ح(۱بند)خ(۱بند)د(۱۳بند)ذ(۳بند)ر(۸بند)ز(۲بند)س(۶بند) ش(۱بند)ص(۲بند)ض(۱بند)ط(۲بند)ظ(۱بند)ع(۲۳بند)غ(۱بند)ف(۲بند)ق(۱بند)ک(۱۱بند)گ(۳ بند)ل(۴بند)م(۱۲بند) ن(۹بند)و(۵بند)ھ(۵بند)الف ہمزہ(۶بند)ی(۲بند) محفوظ ہیں۔اس کتاب کا پیش لفظ،''پہلی بات''اور''دوسری بات'' مسعود قریشی نے خود تحریر کیں۔اور ترجمے کے حوالے سے مختصر مضمون بعنوان''سلطان باہو کے ملک چنن دین''ممتاز مفتی نے تحریر کیا۔اس ترجمہ میں سلطان باہو کی زندگی کے مختصر احوال سجاد حیدر کے قلم سے تحریر ہوئے۔

عبدالمجید بھٹی کا ترجمہ''ابیات سلطان باہو''کے عنوان سے ۱۹۶۷ میں،انجمن ترقی اردو،اسلام آباد،پاکستان کے اہتمام سے شائع ہوا۔اس کا پیش لفظ جناب جمیل الدین عالی نے تحریر کیا۔جب کہ حرف آغاز،سلطان باہو کی مختصر سوانح اور فنی و ادبی تحریر مترجم کی اپنی کاوش پر مبنی ہے۔اس کتاب میں بھی ابیات کی تعداد ۱۸۳ ہے۔جب کہ صفحات ۲۱۶ ہیں۔اس ترجمہ میں سی حرفی کی ترتیب ردیف کے لحاظ سے کچھ اس طرح ہے۔الف(۲۰) ب(۹)پ(۷)ت(۷)ث(۲)ج(۱۸)چ(۲)ح(۱) خ(۱)د(۱۳)ر (۸)ز (۲)س (۶)ش (۱)ص (۲)ض (۱)ط(۲)ظ(۱)ع(۲۳)غ(۱)ف(۲)ق(۱) ک(۱۱)گ(۳) ل(۴)م(۱۲) ن(۹)و(۵) ھ(۵) ی(۱)،۔

مسعود قریشی اور عبدالمجید بھٹی دونوں نے اپنے تراجم میں ابیات کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے رکھی ہے۔یعنی ایک حرف تہجی کو بطور باب بنا کر اس سے شروع ہونے والے سب ابیات سے اسے منضبط کر دیا ہے۔یوں ہر حرف الگ باب کا عکس بنا تا ہوا محسوس ہوتا ہے۔مسعود قریشی اس ترجمے کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''باہو کے روحانی عروج اور تجربات کی شدت نے پنجابی کو اتنا بلیغ بنا دیا ہے،کہ اردو کی وسعت بھی تنگئ داماں کی گلہ مند ہوئی۔ایک ایک لفظ اتنے اشاروں کنایوں کا حامل کہ اردو مترادفات کا جامہ پھٹ پھٹ گیا۔''(۱)

چونکہ ان تراجم کے ساتھ کلام باہو بھی دیا گیا ہے، اس لیے عبد المجید بھٹی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "میں نے ترجمے کو متن کے تقابل سے دیکھنے کے لیے اور حسنِ کتابت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصرع کا ترجمہ مصرع اور شعر کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔"(۲)

دونوں کتب کے اصل متن اور منظوم تراجم میں کچھ کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں، جن کے لیے الگ سے کوئی "صحت نامہ" موجود نہیں۔ چند ایک کی نشاندہی دونوں تراجم سے کی جاتی ہے۔ عبد المجید بھٹی کے ترجمہ میں چند ایک کی نشاندہی اس طرح سے ہے۔

چیڑاں (چیراں، بمعنی کھجوراں) ص۳۶، جے باہو سد بچھیوے ہو (جے باہو سچ بچھیوے ہو) ص۲۴، آدھی (ادھی) ص۲۴، کونوں (کولوں) ص۲۴، نیچے امام تے نیچے قبلے (پنجے امام تے پنجے قبلے) ص۵۲، دوولیاں (دو ڈولیاں) ص۶۴، تاہی (ماہی) ص۱۴۶، خرموزے (خربوزے) ص۱۴۸ پار (یار) ص۱۵۴، جُب (حُب) ص ۶۴، وغیرہ

اسی طرح مسعود قریشی کے منظوم ترجمہ میں بھی بہت ساری غلطیاں ہیں۔ مگر ان میں سے چند ایک کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے۔

جیں دکھ سکھ حاصل ہووئے اُنہیں دکھیں مول نہ ڈریئے ہو۔ (جیں دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ تھیں نہ ڈریئے ہُو) ص۶۰، پورانے (پُرانڑے) ص۶۲، کھیڈ چلیا (کھیڈ گیا) ص۶۲، ایہہ نقطہ جد پختہ کیتا (ایہہ نکتہ جد کیتا پُختہ) ص۶۶، ہتھ دتیس دل دی تختی (ہتھ دیتس دل تختی) ص۲۷، تنہاں لیتی (اُنہاں لیتی) ص۴۷، اوتھے مول ایمان نہ دیوے ہو (اوتھے مناں ایمان ودیوے ہو) ص۶۷، عشق جیہا اشرف نہ کوئی (عشق جیہا صراف نہ کوئی) ص۶۷، وغیرہ

پنجابی کلام باہو میں کتنے ہی الفاظ ہیں جن کی املا ہر دوسرے ترجمے میں مختلف ہے۔ اور اس کا اثر معنی کی تفہیم پر بھی پڑا ہے۔ اس کا سبب شائد یہ ہے کہ سلطان باہو کا اپنا تحریر کردہ کوئی خاص نسخہ منظر عام پر نہیں۔ بلکہ ان کے کلام اور ملنے والے نسخوں کے درمیان تقریباً دو سو سال سے زائد کا عرصہ بنتا ہے۔ سلطان باہو کا کلام عموماً نذہبی، روحانی محافل اور عرسوں میں قوالی کرنے والے حضرات سے سُن کر قلم بند کیا گیا ہے۔ اس بنا پر کسی نسخے کو مستند نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ حضرت سلطان احمد علی صاحب کا "ابیات باہو" تصحیح شدہ نسخہ ۲۰۰۳ میں العارفین

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

پبلیکیشنز، لاہور سے شائع کیا گیا۔ جو شریف صابر کے "کلام باہو" ۱۹۹۶ اور ڈاکٹر نذیر احمد کے مرتب کردہ ۱۹۸۱ کے نسخہ کے قریب بھی ہے۔ اور صاحبزادہ سلطان الطاف علی کے مرتب کردہ نسخہ ۱۹۷۵ سے مطابقت بھی رکھتا ہے۔ یہ نسخہ جانشین سلطان الفقر صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے اسی کمی کو پورا کرنے کے لیے شائع کیا۔ جو سلطان باہو کے زمانے کی لسانی اور تہذیبی روایات کا آئینہ دار بھی ہے۔ اُن کے مطابق:

> "حضرت سلطان باہو کی کتب میں سے کسی بھی کتاب کا قلمی نسخہ آپ کے زمانے کا تو کیا آج سے ڈیڑھ سو سال پرانا بھی نہیں ملتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نسخہ جات آپ کے عہد سے دور اور ہمارے عہد سے نسبتاً قریب کے ہیں۔ اس لیے یہ تو طے شدہ بات ہے کہ آپ کی کتب اب بھی یہاں موجود ہیں گو کہ ہماری دسترس میں نہیں ہیں۔"(۳)

اس کلام میں سلطان باہو نے اپنے خیالات اور مشاہدات کا اظہار کرتے ہوئے علامتوں کا استعمال بھی کیا ہے۔ جو آج کی زندگی اور اُس عہد کے رہن سہن میں بھی عام تھیں، جب یہ کلام تخلیق کیا گیا۔ مثلاً: ونجارے، چنڈورا، حجابوں، ململ، بیلی، مہامہاڑ، نرگس، درزی دیاں لیراں، وغیرہ۔

مسعود قریشی کی بات حقیقت پر مبنی ہے کہ پنجابی کے بعض الفاظ ایسے ہیں، جن کے مترادفات اردو میں نہیں۔ اس لیے وہ ویسے ہی استعمال ہو جاتے ہیں۔ نثر میں تو اس طرح کام چل جاتا ہے، لیکن یہ مسئلہ منظوم شکل میں اور بھی سنگین صورت حال پیدا کرتا ہے، کیونکہ منظوم اردو ترجمے میں بیشتر پنجابی الفاظ کو صوتی حسن اور ماحول کے رنگ اور آہنگ کی بنا پر بعینہ ہی تحریر کر لیا جاتا ہے۔ چند الفاظ "کلام باہو" کے اس تناظر میں دیکھیں۔ مثلاً ہُلّہ، پرم، انبر، اوڑک، پاچھاکی، لعلاں دے، وغیرہ۔

لیکن عبدالمجید بھٹی نے کچھ ایسے الفاظ بھی استعمال کیے جن کے مترادفات اردو میں موجود ہیں۔ اگر ان کو استعمال میں لایا جاتا تو ترجمہ زیادہ جاذب نظر ہو سکتا تھا۔ اور ترجمہ کی روح بھی نہ متاثر ہوتی۔ اس کے باوجود انہوں نے کلام کا جو منظوم ترجمہ کیا وہ ایک گراں قدر کام ہے۔ مسعود قریشی اور عبدالمجید بھٹی دونوں نے اس کو بھی روا رکھا کہ "کلام باہو" کا ردیف وار ترجمہ کرتے ہوئے، پنجابی بیت کی روایت کے مطابق مصرعہ کا انتظام اردو میں قائم رہے۔ یعنی ترجمہ ہونے والے بند کے شروع کے لفظ کا پہلا حرف اسی مناسبت سے سامنے لایا جو کہ اصل کلام میں ہے، اس کی مثال یوں ہے۔

کلام باہو: (ت) تو تاں جاگ ناں جاگ فقیرا انت نوں لوڑ جاگیاہُو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

مسعود قریشی کا ترجمہ: تم جاگو نہ جاگو تمہارا بخت جگایا جائے گا

عبدالمجید بھٹی کا ترجمہ: تو بھیؑ جاگ نہ جاگ فقیرا جائے گا انت جگایا ہو

اس طرح ایک اور مصرعہ۔

کلام باہو:(ع) عاشق شوہدے دل کھڑایا آپ بھی نالے کھڑیا ہُو

مسعود قریشی: عشق نے دل تو کھویا تھا پر خود بھی دل کے ساتھ گیا

بھٹی صاحب: عشق حبیب میں کھویا گیا دل ساتھ بھی کھویا ہُو

ایک اور مصرعہ۔

کلام باہو:(م) مرشد مکہ تے طالب حاجی کعبہ عشق بنایا ہُو

مسعود قریشی: مرشد مکہ حاجی طالب عشق کو کعبہ بنایا ہُو

بھٹی صاحب: مرشد مکہ، طالب حاجی، کعبہ عشق بنایا ہُو

دونوں مترجم اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کی تہذیب وثقافت سے بخوبی واقف نظر آتے ہیں۔اسی لیے وہ پنجابی متن سے فاصلہ نہیں رکھتے۔یہ تراجم ادبی حوالے سے اردو دان طبقے کے لیے شاعری کا ذوق مہیا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔دونوں تراجم میں مترجم زیادہ تر مفہوم کی تفہیم کرنے میں کامیاب رہے، مثلاً:

کلام باہو: "درد اندر دا اندر ساڑے، باہر کراں تاں گھائل ہُو
حال اساڈا کیویں اوہ جانن جو دنیا تے مائل ہُو
بحر سمندر عشقے والا، ہر دم رہندا حائل ہُو
پہنچ حضور آسان نہ باہو، اساں نام تیرے دے سائل ہُو" (۴)

اسی بیت کا مسعود قریشی نے منظوم ترجمہ اس انداز میں کیا:

"درد دروں ہے پنہاں دل میں، فاش کروں تو گھائل ہُو
حال ہمارا کیسے جانیں، جو دنیا پر مائل ہُو
بحر عشق یار ہر اک جانب ہے، راہ میں حائل ہُو
اس کو عطا ہو اذنِ حضوری، باہو تیرا سائل ہُو" (۵)

درج بالا بیت کا منظوم ترجمہ "ابیات سلطان باہو" میں بھٹی صاحب نے یوں کیا:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"دل کا درد ہے دل ہی میں ظاہر ہو تڑپائے ہُو
حال ہمارا وہ کیا جانیں جن کو دنیا بھائے ہُو
حائل گہرا عشق سمندر، کوئی پیش نہ جائے ہُو
تجھ تک پُہنچیں، بس میں نہ باہُو تیرا نام رجھائے ہُو"(۶)

ان تراجم میں دونوں شعرا نے تخلیق کار کی فکر کا بھرپور اظہار باکمال تکنیک سے کرنے کی کوشش کی ،اگرچہ کئی الفاظ جو فارسی کے ہیں، انہیں من وعن اردو منظوم ترجمے میں استعمال کر لیا۔ مثلاً، عشق، مقام منزل، کون ومکاں، کن فیکون، سرِ وحدت وغیرہ۔ مثلاً بھٹی صاحب کے ترجمے میں "عینوں عین" کے لیے "عین العین" متبادل مناسب تھا۔ لیکن استعمال میں نہ لایا گیا۔

دونوں تراجم میں شاعر کی باطنی کیفیات کو پیش کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ان تراجم کو دیکھتے ہوئے مترجمین کی علمی استطاعت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جو ترجمہ کے کسی ایک اصول میں مقید اور محدود نہیں ہو سکتی۔ ان تراجم میں ترجمہ کی پیش کاری کے لیے ایسا انداز اپنایا گیا ہے، جس میں مفہوم کے تحرک کو دریافت کر کے اُس کی ادائیگی ابلاغ کے قابل بنائی گئی ہے۔ جس کے سبب تخلیق کار کی روح ان میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ ذیل کی مثال میں اس کی تصویر اُبھرتی نظر آتی ہے:

کلام باہو: "نہیں فقیری وچ ہوادے مصلیٰ پا ٹھہراون ہُو
فقیری نام تنہاندا باہو جہڑے دل وچ دوست ٹکاون ہُو"(۷)

بھٹی صاحب کا منظوم ترجمہ اس انداز میں تحریر ہے:

"اور نہ فقر ہوا پہ مصلیٰ پھینکنا اور بچھانا ہُو
فقر ہے اپنے دوست کو باہو اپنے من میں بسانا ہو"(۸)

اب مسعود قریشی کی منظوم کاوش کا خوب صورت انداز ملاحظہ کریں:

"نہ یہ فقیر فضا میں مصلے ساکن یا سیار کریں
فقر تو یہ ہے باہو دل میں یار بسا ہیں پیار کریں"(۹)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اس شعر میں کلام کا ترجمہ اسی جاذب کوشش سے کیا گیا ہے۔پہلے مصرعے میں بھٹی صاحب نے ''ٹھراون'' کے لیے ''پھیکنا اور بجھانا'' کا استعمال کیا۔اور قریشی صاحب نے ''ساکن اور سیار'' کا متبادل 'محلِ نظر' روا رکھا۔اور دوسرے مصرعے میں ''دوست ٹکاون'' کا متبادل بھٹی صاحب نے ''من میں بسانا'' اور قریشی صاحب نے ''یار بسائیں پیار کریں''ترکیب عام مستعمل کو بروئے کار لایا،اور کامیاب ترجمے کی ادا برتی۔

اس شعر میں مسعود قریشی نے شاعر کا مضمون خوبصورتی اور اثر آفرینی کے ساتھ اردو میں پیش کر دیا ہے۔بھٹی صاحب کے ترجمے میں فقیری نام ہے یار کو دل میں بسانے کا۔جب کہ مسعود قریشی کا خیال وسیع انداز میں سامنے آتا ہے،جو کہ معنی کی وضاحت کے ساتھ ہے۔کہ فقیری یار کو دل میں بسانے اور پیار کرنے کا نام ہے۔صرف بسانے سے مقصد کی وضاحت نہیں ہوتی۔اس کے باوجود بھٹی صاحب نے اجمالی خیال کی وضاحت کر دی ہے۔جو کہ اہم ہے۔ایک مثال اور جس سے تقابلی صورت کا اندازہ ہو سکتا ہے:

کلام باہو۔ نہیں فقیری جلیاں مارن ستیاں لوگ جگاون ہُو

نہیں فقیری وہندیاں ندیاں سُکیاں پار لگھاون ہُو

بھٹی صاحب کا ترجمہ۔ نہ تو فقر ہے مار کے نعرہ سوئے ہووں کو جگانا ہُو

نہ تو فقر ہے دریا سے بن بھیگے پار لنگھانا ہُو

پہلے مصرعے میں ''جلیاں مارن''کا ترجمہ نثر میں دیکھا جائے تو''جُلیاں ڈالنا'' ہے،اس سے مراد ذاکر ذکر کرتے ہوئے وجد کی کیفیت میں جب سر گھما گھما کر پورا جسم متحرک کرتا ہے۔تو اس کے منہ سے اُونچی آواز نکلتی ہے،تو اس کی اس کیفیت سے سوئے ہوئے لوگ جاگتے ہیں۔سلطان باہو کے مطابق یہ فقیری کی نشانی نہیں ہے۔بھٹی صاحب نے اس کو''نعرہ'' کے معنوں میں لیا۔اور نعرہ اُونچی آواز میں لگایا جاتا ہے،جو میدان میں کوئی پہلوان دوسرے پہلوان پر رُعب ڈالنے کے لیے لگاتا ہے۔اس پُر زور آواز سے جہاں وہ مخالف کو للکارتا ہے وہاں وہ اپنا اندرونی خوف بھی ختم کرتا ہوا،اپنا حوصلہ اور عزم بھی مضبوط کرتا ہے۔یہاں ''نعرہ مارنا'' تخلیق کار کی فکر سے دور نظر آتا ہے۔اسی شعر کو مسعود قریشی کے ترجمہ میں دیکھا جائے تو مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے:

''نہ یہ فقر کہ شورِ زکر سے سوتوں کو بیدار کریں

نہ یہ فقر کہ دریا سے بے ناؤ مسافر پار کریں''(۹)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

مسعود قریشی اس شعر میں ''شورِ زکر'' کی ترکیب کا استعمال کر کے سلطان باہو کی روحانی فکر کو اجاگر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ سلطان باہو ''عین الفقر'' میں فرماتے ہیں:

''چناں کن ہم در جسم پنہاں
کہ می گردو الف در بسم پنہاں
(کثرت زکر سے اسم کو جسم میں اس طرح پنہاں کرنا چاہیے جس طرح بسم اللہ کا الف چھپا ہو ا ہے)''(۱۰)

یعنی فقیر کا وجود بظاہر تو جسم ہو، مگر در حقیقت وہ زکر ہی زکر ہو۔ یہاں مسعود قریشی اپنے ترجمے میں شاعر کی فکر کے قریب رہ کر پنجابی زبان کے مفہوم کو اردو میں کامیابی سے پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ مثالیں تو کامیاب پہلوؤں کی تھیں۔ ان تراجم کے بغور مطالعے سے اور سلطان باہو کے کلام کو دیکھتے ہوئے یہ بات بھی سامنے آتی ہے، کہ ترجمہ کا اگر اصل کلام سے تقابل کریں تو منظوم اردو ترجمہ جو عبد المجید بھٹی کا ہے۔ اس میں کچھ کمزوریاں اس بنا پر سامنے آتی ہیں کہ انہوں نے جس پنجابی متن کا ترجمہ کیا وہ شائد اُن کا اپنا مرتب کردہ ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہیں کسی نسخہ کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ اور نہ ہی اختلاف نسخ کی کہیں نشاندہی کی، اور نہ اپنی طرف سے ترمیم، اضافہ یا قیاسی تصحیح کے متعلق کوئی نوٹ تحریر کیا۔ ان کے ترجمہ میں پنجابی متن میں اختلافات موجود ہیں جو کہیں اپنی حدود کو تجاوز کر کے غلطی کا احساس دلاتے ہیں۔ ان کی نشاندہی اس طرح کی جاسکتی ہے:

بھٹی صاحب کا ترجمہ۔ کیا حال اُن کا باہو جنہوں نے پی کو نہ رکھاراہی ہُو۔ ص۱۸
درست مصرعہ۔ کیا حال اُن کا باہو جنہوں نے پی کو نہ رکھا راضی ہُو
بھٹی صاحب کا ترجمہ۔ جو کوئی اس دی کرے تباہی اس نام اللہ دالدھا ہُو۔ ص۲۱
درست۔ جو کوئی اس دی کرے سواری اس نام اللہ دالِدھا ہُو

بھٹی صاحب سے پنجابی متن میں تبدیلی کے سبب ترجمہ میں تبدیلی آگئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُن سے غلطی وہاں بھی سرزد ہو گئی ہے جہاں متن صحیح بھی دیا گیا ہے۔ اس جگہ مفہوم قابل فہم نہیں ہوتا۔ چند مثالیں دیکھیں:

کلام باہُو۔ (الف) ''اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہُو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلاں تے لائی ہُو

بھٹی صاحب کا ترجمہ۔(الف) اللہ چنبیلی کی بوٹی من میں مرشد نے ہے لگائی ہو

نفی اثبات کا پانی ملا تو رگ رگ میں لہرائی ہُو

بوٹی میں خوشبو بھر دی جب پھولنے پر وہ آئی ہُو"(۱۱)

ترجمہ میں پہلے مصرعے سے اس بات کی وضاحت نہیں ہوتی کہ مرشد نے اپنے من میں "ہُو" کی بوٹی لگائی یا طالب کے، اسی طرح دوسرے مصرعے میں مفہوم کسی اور سمت چل پڑتا ہے۔اور تیسرے مصرعے میں بوٹی میں خوشبو بھرنے کا زکر کر دیا گیا ہے، جب کہ بوٹی کی خوشبو سے طالب کی جان پھولنے زکر ہونا چاہیے تھا۔ایسی بیسوں مثالیں اس ترجمہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔جہاں تفہیم یک سر مختلف ہو جاتی ہے۔جب کہ مسعود قریشی کے ترجمہ "عکس باہو" میں یہ صورت حال نظر نہیں آتی:

عکس باہو۔"الف اللہ چنبیلی پودا، مرشد دل میں لگایا ہُو

سیر ابی اثبات و نہی سے، رس رگ رگ لہرایا ہُو

دل میں جب چنبیلی مہکی، روح میں طوفاں آیا ہُو"(۱۲)

ایک اور مصرعہ دیکھیں:

کلام باہُو۔ "اللہ صحیح کیتوس، جد اں چمکیا عشق اگوہاں ہُو

ترجمہ بھٹی صاحب۔ اللہ کو پہچان لیا، جب عشق عقبیٰ سے لگایا ہُو"(۱۳)

یہاں ترجمہ نگار "اگوہاں" سے "عقبیٰ" مراد لے رہا ہے۔جب کہ اس سے مراد "آگے بڑھنے والا" یا "روز ازل" ہے۔عقبیٰ کے معنی متن کی اساس کو متاثر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔مسعود قریشی اس مصرعے کا ترجمہ بڑے ہی رجائی انداز میں کرتے ہیں:

"اللہ کا عرفان ہوا جب عشق کا نور ظہور ہوا

ظلمتِ شب میں روشن مشعل، عالم بقعہ نور ہوا"(۱۴)

بھٹی صاحب کے ترجمے میں اصل متن کو کئی مقام پر غلط تحریر کیا گیا ہے۔مثلاً، ص ۵۶ پر "توں" کی بجائے 'نوں' اور "دے کے" کی بجائے "دلے دے" ہیں۔ص ۷۲ پر "اُچیاں لمیاں چیزاں" کی بجائے "اُچیاں لمیاں چیراں" بمعنی کھجوریں یعنی بغداد کی نشانی اونچی لمبی کھجوریں ہیں۔یہاں چیزاں کا زکر کر کے ترجمہ یک لخت

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

غلط ہو گیا ہے۔اسی طرح ص۲۸ پر "پاتا چنگا" سے مراد بھٹی صاحب نے اُونچی دکان لی ہے۔جب کہ اس کا مطلب "چنگا چوکھا" "ابیات باہو" مرتبہ حضرت سلطان احمد علی صاحب میں درج معنی اردو میں 'کسی چیز کا معیار اور مقدار میں بہتر اور زیادہ ہونا' ہے۔ص۲۹ میں" تلہ "کا مطلب ایسا گھاس کے گھٹے کا سہارا ہے، جو دریا میں ڈال کر اُس کی مدد سے بوقت ضرورت جب کشتی میسر نہ ہو تو ڈوبنے سے بچا جا سکتا ہے۔لیکن بھٹی صاحب نے اس کا ترجمہ "پشتارہ" کیا ہے۔اس کا مطلب پنجابی زبان میں پیٹھ پر رکھا ہوا بوجھ ہے۔پشتارہ خود بوجھ ہوتا ہے اس سے دریا عبور نہیں ہوتا۔اور یہ جس طرح تلہ کی وضاحت ہے اس طرح کے واضح معنی نہیں دیتا۔اسی طرح کی بیشتر تکنیکی کمزوریاں ترجمہ کی نوعیت کو تبدیل کرتی نظر آتی ہیں۔جو اصل متن سے مختلف اور مبہم ترجمہ کی دلالت میں پیش پیش ہیں۔ایسی چند مثالیں دیکھیں:

کلام باہو: راہ فقر دا مشکل باہو، اَن نہ گھر میزاہُو (ص۳۴)

ترجمہ بھٹی صاحب: فقر کی رائیں بکھڑی باہو اَن نہ گھر میزاہو

اب میزاکا کہیں کوئی معنی نہیں بنتا، اسی طرح ایک مصرع اور دیکھیں جہاں بھٹی صاحب نے اصل متن کو غلط تحریر میں لایا جس سے معنی اُلٹ ہو گئے۔ان کو جب تین مستند نُسخوں سے تقابل کیا جائے تو بھٹی صاحب کے ترجمے کی غلطیاں سامنے آئیں گی۔بھٹی صاحب کے ترجمہ سے صفحہ نمبر ۴۰ پر (ذ) کی بیت کا ملاحظہ فرمائیں۔

بھٹی صاحب کے ترجمے سے اصل متن ۔۔پہلا مصرعہ ردیف ذ: ذاتے نال نہ زاتی رلیا، سو کذاب سدیوئے ہُو

مسعود قریشی کے ترجمہ سے اصل متن کا یہی مصرعہ: ذاتے نال نہ زاتی رلیا، سو کذاب سدیوئے ہُو

ڈاکٹر نذیر کے ترجمے سے: ذاتے نال نہ زاتی رلیا سو کم زات سدیوے ہُو

ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے ترجمے سے: ذاتے نال نہ زاتی رلیا سو کم زات سڈیوے ہُو

بھٹی صاحب اور مسعود قریشی دونوں نے غلط متن لکھا جس کے سبب ترجمہ بھی غلط ہو گیا .شاعر کا خیال ترجمہ میں پیش ہونے سے قاصر رہا۔

ایک اور مصرع ملاحظہ کریں:

بھٹی صاحب: ذات صفات نوں مہنہ آوے جداں زاتی شوق نہ پیوے ہُو

مسعود قریشی: ذات صفات توں مہنہ آوے جداں زاتی شوق نہ پیوے ہُو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ڈاکٹر نذیر: ذات صباتوں مہینا آوے جد زاتی شوق نہ پیوے ہُو

اصل کلام کا منظوم ترجمہ کرتے ہوئے جب مترجم خود پنجابی متن کو اپنی مرضی سے مرتب کرکے پیش کریں گے تو غلط متن اور غلط ترجمہ کی مثالیں کثرت سے سامنے آئیں گی۔ اس طرح کی مثالوں سے یہ وضاحت ہوتی ہے، کہ دونوں مترجم نے سلطان باہو کا کلام ترجمہ تو کیا۔ جس کی وجہ سے اردو دان طبقہ فکر سلطان باہو اور تعلیمات سے بھی آشنا ہوا۔ یہ بات قابل تعریف بھی ہے۔ لیکن بعض مقامات تسامحات کی بنا پر اثر آفرینی کی کمی کو پورا کرنے سے قاصر رہے۔ اس کی بڑی وجہ "ابیات باہُو" کا مدون نسخہ جو مستند ہو، کا نہ ہونا تھا۔ چنانچہ دونوں حضرات نے بعض مقامات پر اپنے قیاس سے کام لیا۔ اور اس کا ذکر تراجم میں نہیں کیا۔ جس کے وجہ سے تراجم میں کچھ کمزوریاں نظر آتی ہیں جو شاعر کی فکری امیج اور مفہوم میں دوری کا سبب بھی بنتی ہیں۔ اس کے باوجود ان مترجمین نے اس روحانی اور اثر آفرین کلام کو اردو زبان کی منظوم صورت دے کر لسانی حوالے سے اردو ادب کا دائرہ، وسعت سے ہمکنار کیا۔ جس کے سبب اردو دان طبقہ پنجابی صوفیانہ کلام کی روح اور مخصوص ترنم سے واقفیت کا حامل ہوا۔ مسعود قریشی کے ترجمہ میں زوربیاں، جدت ادا اور حسن ادا کی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا منظوم ترجمہ "عکس باہُو" زیادہ قابل تعریف ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مسعود قریشی، عکس باہو، لوک ورثے کا قومی ادارہ، اسلام آباد، ۱۹۸۰، ص ۱۲
۲۔ عبدالمجید بھٹی، ابیات سلطان باہُو، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۶۷، ص ۱۰،۹
۳۔ صاحبزادہ سلطان احمد علی، حضرت سلطان باہُو کی عدم دستیاب کُتب کی جستجو، مشمولہ حضرت سلطان باہو نمبر اشاعتِ خاص، مراۃ العارفین، لاہور، ۲۰۱۱، ص ۵۱
۴۔ حضرت سلطان باہو، ابیات باہو، العارفین پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۳۹
۵۔ مسعود قریشی،، عکس باہو، لوک ورثے کا قومی ادارہ، ص ۱۰۳
۶۔ عبدالمجید بھٹی، ابیات سلطان باہُو،، ص ۱۰۱
۷۔ حضرت سلطان باہو، کتاب مذکورہ، ص ۷۱
۸۔ عبدالمجید بھٹی، ابیات سلطان باہُو،، ص ۲۰۳
۹۔ مسعود قریشی، عکس باہو، لوک ورثے کا قومی ادارہ،، ص ۱۹۵

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۱۰۔ حضرت سلطان باہُو،عین الفقر،مترجم مولانا عبدالستا ٹونکی غفرالہ،محمد اکبر قادری پبلیشرز، لاہور،۲۰۰۷،ص ۱۴

۱۱۔ مسعود قریشی،عکس باہو،لوک ورثے کا قومی ادارہ،،ص ۳۱

۱۲۔ عبدالمجید،ابیات سلطان باہُو،،ص ۲۴

۱۳۔ ایضا،ص ۳۴

۱۴۔ مسعود قریشی،عکس باہو،لوک ورثے کا قومی ادارہ،،ص ۳۳